حضرت فاطمہ زہراؑ خواتین کے لئے نمونہ عمل

ڈاکٹر عذرا عابدی

عورت کے وجود، اسکی حیثیت اور کردار کے حوالے سے اہل زبان نے بہت کچھ لکھا۔ یہی سبب ہے کہ عورت کی شخصیت کے بارے میں آج بھی بہت کچھ دیکھنے اور سننے کو ملتا رہتا ہے۔ عورت کو دنیا کا سب سے قدیم اختلافی موضوع بھی قرار دیا گیا ہے۔ مختلف تہذیبوں، مذاہب اور اقوام جن کا وجود اور انجام ہمارے سامنے ہے۔ ان تہذیبوں اور مذاہب میں بھی عورتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ہر دور میں متفکرین، مبلغین اور ناقدین نے عورت ذات پر لکھا۔ عورت کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لئے ہموار بی کے کتبے، موسوی الواح، اشوک کی لاٹ، اجنتا کے غار، بدھ کے اشٹ مارگ، منو کے پنچ تنتر، تاؤ کا فلسفہ، مسیح کی گواہی، اس کے علاوہ لقمان، سقراط، ارسطو، افلاطون، ابن سینا، عطار، رومی ورازی کی حکمت کے ساتھ جامی، سعدی، ملٹن، شیکسپئر، دانتے، تلسی، خسرو، میر، غالب، جوش، فیض کا شعر وادب موجود ہے جو اس عورت کی ایک ایک ادا کو خراج تحسین پیش کرتا نظر آتا ہے۔

عورت تصور سے حقیقت تک افراط و تفریط کا شکار رہی ہے۔ وہ کبھی حسن کی دیوی بنی اور دیوتاؤں کی مرکز نگاہ رہی۔ کبھی محبوبہ ماں بہن، بیٹی، بنی، اس کے ساتھ کنیز، لونڈی، طوائف بھی بنی۔ ان تمام حیثیت اور اہمیت کے باوجود مجموعی طور پر اس کا استحصال کیا جاتا رہا اور ظلم وجبر کا شکار ہو کر اسے نفرت اور حقارت کا نشانہ بننا پڑا۔ عورت، تصور اور حقیقت کے مابین مختلف تہذیبوں، معاشروں اور روایات میں سفر کرتی ہوئی آج کے دور میں داخل ہو کر اپنی بقا کے لئے جوتگ ودو کر رہی ہے، اس کا یہ تمام تاریخی سفر اور مختلف روپ جو معاشرے نے اسے عطا کیا اور وہ اصل روپ جو حقیقت میں اس کا اپنا ہے جس تک رسائی کی کوشش کی جارہی ہے اس کے لئے مذہبی نقطۂ نظر سے دیکھنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے مختلف مذاہب عورتوں کے بارے میں کیا تصور رکھتے ہیں اور ساتھ ہی مذہب اسلام کا اس کے وجود اور حیثیت کے بارے میں کیا تصور ہے؟ کیا اسلام کی کسی محترم خاتون کو نمونۂ عمل بنا کر خواتین آج کی دنیا میں دوسری خواتین کے ساتھ شانہ بہ شانہ ترقی کی راہ پر چل سکتی ہیں اور کیا وہ راستہ اس دنیا اور آخرت دونوں میں معاون ہو سکتا ہے؟

عورت کے وجود اور اس کی موجودہ بدحالی کو مد نظر رکھتے ہوئے ہمارے سامنے کئی ایسے پہلو نظر

آتے ہیں جن کو اسلام نے واضح کیا۔ اسلام نے عورت کو نہ تو دیوی کا درجہ دیا، نہ اسے حقیر سمجھا بلکہ اللہ کی مخلوق کی حیثیت سے اس کے وجود کو ایک اعلیٰ مقام عطا کیا اور مرد اور عورت دونوں کو سماج و خاندان کا ستون قرار دیا مختلف مذاہب اور تہذیبوں کے حوالے سے اگر یہاں ذکر کیا جائے کہ اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب اور فکر رکھنے والے لوگ عورتوں کے بارے میں کیا تصورات رکھتے ہیں تو بات اور بھی واضح ہو جاتی ہے کہ خود کو مہذب کہنے والے ممالک حقوق نسواں کو ۱۷ویں اور ۱۸ویں صدی میں تسلیم کر رہے تھے۔ ان حقوق میں آج بھی بہت سارے ایسے انسانی حقوق شامل ہوتے ہیں جنہیں آج بھی خواتین کو نہیں دیا گیا ہے لیکن مذہب اسلام نے ساتویں صدی عیسوی میں ہی وہ تمام حقوق انہیں دے دئے تھے۔

در اصل یہودیت اور عیسائیت کے آتے آتے عورت سماجی طور پر بالکل گر چکی تھی۔ یہودیت میں عورت کی حیثیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ بیوی کو یہ ہدایت کی گئی کہ اس کی ہر خواہش اس کے خاوند کے لئے ہو اور وہ اپنے شوہر کو اپنا آقا سمجھے۔ یہودیت میں عورت گناہ کی طرف راغب کرنے والی سمجھی جاتی تھی۔ اس لئے یہودیوں میں ایسے فرقے بھی تھے جو عورتوں سے دور رہتے تھے اور ان کی آبادیاں صرف مردوں کے لئے مخصوص تھیں۔ ان کا خیال تھا کہ عورت شہوت اور رقابت پیدا کرتی ہے۔ اس لئے جھگڑے اور فساد کا باعث ہوتی ہے۔ ۱۔

عیسائیت میں چرچ کے اولیاء نے عورت کی پسماندگی کو بڑھانے میں زیادہ حصہ لیا۔ انہوں نے عورت کے کردار کو سطحی، کمزور اور دماغی طور پر غیر مستقل مزاج قرار دیا۔ عورت کی صحیح تربیت کے لئے عیسائیت کے مذہبی علماء یہ سمجھتے تھے کہ اسے ہر قسم کی مجلس سے دور رکھا جائے کیونکہ یہ سماجی اور ثقافتی مواقع اسے آزاد خیال اور بے حیا بنانے میں مدد دیتے ہیں۔ ڈاکٹر مبارک علی، تاریخ اور عورت، نامی کتاب میں لکھتے ہیں۔

" چرچ کی جانب سے عورت کی برائیاں اس قدر بیان کی گئیں کہ نفسیاتی طور پر عورت خود اپنی ذات سے شرمندہ ہونے لگی اور اس خیال سے کہ وہ گناہ، برائی اور خرابی کی وجہ ہے اور دنیا کی تمام برائیاں اسی کی وجہ سے ہیں وہ اس کا کفارہ ادا کرنے میں لگی رہی اور صورت حال یہ ہو گئی کہ وہ اپنی خوبصورتی اپنے لباس اپنے رعب و زینت پر شرمندہ ہونے لگی کیونکہ وہ یہ سمجھتی تھی کہ اس سے لوگوں کو گناہ کے لئے ورغلایا جاتا ہے۔" ۲۔

رگ وید میں جو ہندو مذہب کی مقدس کتاب مانی جاتی ہے، عورت کی تعظیم کی گئی ہے جب کہ منوشاستر میں تذلیل کی گئی ہے۔ عورتوں کے لئے جتنی تاکید ہندو کتب میں ہے دنیا کے کسی مذہب میں

نہیں ہے۔ اس تہذیب میں عورتوں کی عمر، احساسات اور نفسیات کے حقوق کو مردوں کی مرضی اور خواہشات پر قربان کر دیا جاتا ہے۔ آریوں کی آمد سے قبل اور برہمن راج سے پہلے ہندو مذہب میں عورت انتہائی مقدس سمجھی جاتی تھی لیکن برہمن دور میں عورت کا درجہ کم کرنے کے لئے مختلف اقدامات کیے گئے اور انہیں حق وراثت سے بھی محروم کر دیا گیا۔

بودھ مذہب کے بانی گوتم بدھ نے عورت کی بطور زوجہ سات اقسام بتائی ہیں۔ پہلی قسم کی بیویاں "گھاتک" کہلاتی ہیں یعنی انکا برتاؤ ٹھیک قاتل کا سا ہوتا ہے، دوسری قسم کی بیویاں چور ہوتی ہیں، تیسری قسم کی بیوی کا اپنے شوہر کے ساتھ آقا کا سا برتاؤ ہوتا ہے۔ وہ اپنے شوہر کو نوکر سمجھتی ہیں۔ چوتھی قسم کی عورتیں اپنے شوہروں کے ساتھ ماں جیسا برتاؤ کرتی ہیں اور اپنے شوہروں کی تمام ضرورتوں کو سمجھتی اور پورا کرتی ہیں۔ پانچویں قسم کی عورتیں اپنے شوہروں سے بہن کا سا برتاؤ کرتی ہیں اس سے پاک اور سچی محبت کرتی ہیں۔ چھٹی قسم کی بیویاں اپنے شوہروں کو دوست سمجھتی ہیں اور ساتویں قسم کی بیویاں اپنے آپ کو خاوند کا غلام سمجھتی ہیں اور اس کی ہر خدمت بجالاتی ہیں اور اس کی خدمت کو اپنا مذہب سمجھتی ہیں۔" ۳؎

ہندو مذہب کے مطابق عورت کا تصور گوتم بدھ کے بیان کردہ ساتویں قسم کی عورت کے مطابق ہونا چاہئے اور انہیں اپنے شوہروں کی خدمت میں اور وفاشعاری کے راستہ کو اختیار کرنا چاہئے۔

سولہویں اور سترہویں صدی میں تحریک نشاۃ ثانیہ کے باعث یورپ میں نئے نئے نظریات اور تحریکیں منظر عام پر آئیں ان میں ہیومنزم (انسان دوستی) کی تحریک بھی تھی لیکن ان سب میں کسی نے عورت کے مقام کو اونچا نہیں کیا۔ یورپ میں عورت کی یہ حالت صنعتی دور کے آنے تک رہی۔ سائنسی اور ذہنی ترقی کے ساتھ ساتھ اس کے سماجی مرتبے میں تبدیلی واقع ہونا شروع ہوئی۔ ۴؎

یورپ کی صنعتی اور ذہنی تحریک سے بہت پہلے ساتویں صدی عیسوی میں اسلام نے عورت کو اہم مقام دیا جب کہ عورت کا یہ حق یورپ کی ترقی یافتہ قوموں نے ایک ہزار سال بعد قبول کیا۔ اسلام نے عورت کو خلع کا حق دیا، بیوہ کو دوبارہ شادی کرنے کی اجازت دی۔ تعلیم اور روزگار میں عورت اور مرد کو مساوی درجہ دیا۔ یہ تبدیلیاں انقلابی تھیں کیونکہ مختلف مذاہب اور مختلف تہذیب و تمدن کی روشنی میں اب تک عورت کا جو تصور سامنے آیا اس سے یہ ہی نتیجہ نکلتا ہے کہ عورت فساد کی جڑ ہے اور اس کا وجود گناہ اور شہوت کا منبع ہے۔ عورت کی روحانی صلاحیت کے بارے میں بھی اب تک مختلف مذاہب اور تہذیبوں کی طرف سے جو طرز فکر سامنے آتی ہے وہ یہ کہ عورت جنت میں نہیں جاسکتی یا عورت مرد کی طرح خدا کا قرب نہیں حاصل کر سکتی۔ جبکہ قرآن مجید میں خداوند عالم نے یہ بات واضح کر دی کہ جنت میں دخول اور خدا سے قرب کسی جنس کی بنیاد پر حاصل نہیں ہوتا بلکہ اس کا معیار اعمال ہے۔ وہ اچھے اور بہتر اعمال

چاہے مرد نے کئے ہوں چاہے عورت نے انجام دیئے ہوں۔

ترجمہ: " اور جو شخص نیک کام کرے گا، خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ مومن ہو سو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر ذرا بھی ظلم نہ ہوگا۔" (سورۂ نساء: آیت: ۱۲۴)

ترجمہ: " سو منظور کرلیا ان کی درخواست کو ان کے رب نے اس وجہ سے کہ میں کسی شخص کے کام کو تم سے اکارت نہیں کرتا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، تم آپس میں ایک دوسرے کے جزو ہو،" (سورۂ آل عمران: آیت: ۱۹۵)

مذہب اسلام کی مقدس کتاب میں جہاں اللہ نے اپنے عظیم پیغمبروں کا ذکر کیا وہیں شانہ بہ شانہ قرآن نے عظیم عورتوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ آدم علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کی بیویوں، موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی ماؤں کا ذکر قرآن میں بے حد احترام سے کیا گیا ہے۔ اگر قرآن نے لوط علیہ السلام کی اور نوحؑ کی بیویوں کو بطور نافرمان ذکر کیا ہے تو اس میں فرعون کی زوجہ کا بھی ذکر کیا جو نافرمان اور ظالم شوہر کے ساتھ فرمانبردار اور پاک و پاکیزہ خاتون تھیں۔

اسلام نے عورت کو اعلیٰ مقام عطا کیا اور اس کے وجود کو تسلیم کیا۔ بیٹی کی پرورش کو باعث بخشش قرار دیا جب تک وہ کنواری رہتی ہے ماں باپ کے زیر سایہ زندگی بسر کرتی ہے جب وہ سن بلوغ کو پہنچتی ہے تو اسلام اسے آزاد شہری کے تمام حقوق دے دیتا ہے جو ایک خود مختار فرد کی حیثیت سے اس کا حق ہے۔ وہ جائداد کی وارث ہے، باپ، شوہر اور اولاد سب کی طرف سے، اس کی مرضی کے بغیر اس کی شادی نہیں کی جاسکتی۔ شادی کے بعد وہ نان و نفقہ اور حق مہر کی حقدار ہے۔ نکاح کو ایک قانونی معاہدہ قرار دیا گیا۔ شوہر کا بیوی کے مال و متاع پر کوئی قانونی حق نہیں دیا گیا ہے۔ اسلام نے یہ پیغام دیا کہ مرد اور عورت ہونا وجہ فضیلت نہیں، ان کا عمل ہی خدا کے نزدیک افضل ہے۔ عورت کے لئے سورۂ نساء نازل کی گئی جس میں وراثت کے اصول طے کیے گئے اور مردوں کو زیادہ مراعات سے محروم کر دیا گیا۔

دنیا کی مختلف تہذیبوں اور مذاہب میں عورت اہم موضوع رہی ہے۔ چاہے اسے عزت کے قابل سمجھا گیا یا پھر شر کا منبع۔ ہر دور اور ہر زمانے میں اس کا کردار اہم رہا اور مختلف مذاہب اور تہذیبوں نے اس کے الگ الگ رویوں کا ذکر کیا مثلاً:

مشرق میں عورت مرد کے دامن تقدس پر داغ ہے۔

رومن اسے صرف ایک جنس سمجھتا ہے

یونانی فلسفہ نے اسے شیطان کہا۔

کلیسا نے اسے بدی کا سرچشمہ قرار دیا۔

لیکن اسلام کائنات کا وہ واحد مذہب ہے جس نے عورت کو عزت بخشی اور اسے اللہ کی ایک مخلوق قرار دیتے ہوئے وہ تمام حقوق عطا کئے جس کی وہ حقدار تھی۔

کائنات کا ایک ایسا مذہب جو مکمل ہوا اور جو خواتین کے حقوق اور ان کے وجود کو تسلیم کرتا ہو یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ دامن اسلام کو ان خواتین کے کردار کی روشنی سے تابناک نہ کرتا جو ہر دور اور ہر صدی کی خواتین کے لئے نمونۂ عمل قرار پائیں۔ اسلام کے دامن میں متعدد خواتین کے کردار موجود ہیں جن کے بارے میں معلومات حاصل کرکے آج کے پرآشوب دور میں خواتین اپنے کردار کو بہتر بناسکتی ہیں اسے سنوار سکتی ہیں۔

اسلام میں بہت ساری محترم اور مقدس بی بیاں گزری ہیں جنہوں نے نبوت اور امامت کے سفر میں اپنا تعاون پیش کیا۔ جب حضرت آدمؑ کا ذکر آتا ہے تو ہم جناب حواؑ کا بھی ذکر احترام سے کرتے ہیں اسی طرح حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کی زوجہ جناب ہاجرہ کی کاوشوں کو بھی اللہ نے فراموش نہ کیا بلکہ اس ماں کی جدوجہد کو قیامت تک کے لئے ایک سنت قرار دیتے ہوئے حج کا رکن بنادیا اور یہ آفاقی پیغام دیا کہ کل ایک پیغمبر کے حکم سے ایک زوجہ غیر آباد مقام پر مکیں ہوسکتی ہے تو بحیثیت ماں کے جب وہ اپنے بچے کے لئے پانی کی تلاش میں صفا و مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان سات بار آئے گی اور جائے گی تو میں اسے حج میں یاد رکھنے کا حکم تمام توحید پرستوں کو دوں گا۔ اسی طرح جناب مریم، جناب آسیہ، جناب خدیجہؑ اور جناب فاطمہ زہراؑ کا کردار بھی دنیا کی تمام عورتوں کے لئے نمونۂ عمل ہے۔ یہ عظمت اسلام نے عورتوں کو دی اور یہ بتایا کہ معاشرے کو سنوارنے میں عورتوں کا بھی اہم کردار ہوتا ہے۔

اپنے مقالے میں خواتین کے لئے حضرت فاطمہ زہراؑ کا کردار ایک بہترین نمونۂ عمل ہے میں نے اس کے لئے آپ کی حیات طیبہ کے مختلف ادوار کا ذکر کیا ہے۔ آپ کی پوری زندگی ایک مثالی شخصیت رہی ہے پھر چاہے وہ بیٹی کے کردار میں نظر آتی ہو، زوجہ کی حیثیت سے ہو، ماں کی حیثیت سے ہو یا پھر ایک مسلمہ کی حیثیت سے، حضرت فاطمہ زہراؑ کا کردار صرف مذہب اسلام کی خواتین کے لئے نہیں بلکہ دنیا کی تمام عورتوں کے لئے ایک مثالی کردار ہے۔

جناب فاطمہ زہراؑ وہ عظیم خاتون ہیں جن کا تعلق نبوت سے بھی ہے اور امامت سے بھی۔ آپ کا اسم گرامی فاطمہ تھا اور جس کا انتخاب پروردگار عالم نے خود کیا۔ آپ کے مختلف القاب ہیں جس میں زہراؑ، راضیہ، مرضیہ، صدیقہ، امّ ابیہا وغیرہ کافی مقبول ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت مکہ معظّمہ میں ۵ بعثت میں ہوئی۔ آپ کی والدۂ ماجدہ حضرت خدیجہؑ نے عرب کے تمام لوگوں کے عقد کے پیغامات ردّ کردئے اور حضرت محمد مصطفیؐ سے عقد کیا تو مکہ کے لوگوں نے حضرت خدیجہؑ سے تعلق ختم کردیا اور

جناب فاطمہؑ کی ولادت کے وقت جب کوئی بھی مکہ کی خاتون جناب خدیجہؑ کی خدمت میں نہ آئی تو حق کائنات نے جناب حوا، جناب مریم، جناب آسیہ اور جناب کلثوم خواہر موسیٰ علیہ السلام جیسی بیبیوں کو خدمت خدیجہؑ میں بھیج کر غیبی امداد کا بہترین مرقع دنیا والوں کے سامنے پیش کیا۔ آپ حضرت پیغمبرؐ کی اکلوتی بیٹی تھیں اور اللہ نے آپ کے ذریعہ ہی رسولؐ کی ذریت کو آگے بڑھایا۔ آپ ابھی کمسن ہی تھیں کہ جانثار کرنے والی شفقت کا سرچشمہ آپ کی والدہ کا انتقال ہوگیا اور آپ ماں کی محبت سے بچپن میں ہی محروم ہوگئیں۔

جناب فاطمہ زہراؑ ابھی کمسن ہی تھیں کہ مکہ کے لوگوں نے رسول اکرمؐ اور اسلام کی تبلیغ کی راہ میں مشکلیں کھڑی کرنی شروع کردیں جس میں شعب ابوطالبؑ کا واقعہ بھی بہت اہم ہے۔ تمام مشرکین اور کافروں نے یہ اعلان کیا کہ وہ اسلام قبول کرنے والوں کے ساتھ کسی قسم کے سماجی اور اقتصادی مراسم نہیں رکھیں گے۔ یہ وقت اسلام کے ماننے والوں کے لئے بہت سخت تھا۔ ایک طویل مدت تک اللہ کے رسولؐ اور ان کے چاہنے والوں کو مکہ سے دور ایک ویرانے میں زندگی بسر کرنی پڑی، فاقے کئے اور طرح طرح کی اذیتوں کا سامنا کیا۔ ان مصیبتوں کو اٹھانے والوں میں جہاں حضرت خدیجہؑ جیسی صابرہ خاتون شامل تھیں وہیں آپ کی کمسن بیٹی جناب فاطمہ (س) نے بھی اپنے والدین کے ساتھ اس مصیبت کی گھڑی کا سامنا کیا فاقے کئے لیکن زبان پر کوئی شکوہ نہ آیا۔ آپ نے کبھی بھی اپنی والدہ سے کسی چیز کی فرمائش نہیں کی۔ اگر ماں نے کبھی کہا بھی کہ بیٹی میرے ساتھ شادی کی تقریب میں جانے کے لئے تمہارے پاس بہترین لباس نہیں تو مسکرا کر جواب دیا کہ عورت کا بہترین لباس اس کی شرم وحیا ہے۔ یہ کردار دنیا کی بیٹیوں کے لئے ایک عمدہ مثال ہے۔

بحیثیت بیٹی کے فاطمہ زہراؑ نے جو کردار جناب خدیجہؑ کی زندگی میں جو بہت کم مدت پر مبنی ہے ادا کیا وہ بھی اہم ہے اور جو بعد کی مدت میں اپنے باباجان رسولؐ خدا کے ساتھ مکہ میں ادا کیا وہ بھی اہم ہے۔ تاریخ کے مختلف واقعات اس بات کی شہادت پیش کرتے ہیں کہ جب آخری رسولؐ، دین اسلام کی تبلیغ میں مصروف ہوتے تو کفار مکہ آپ کو طرح طرح کی اذیتیں دیتے تھے آپ کو پتھر سے زخمی کیا جاتا کبھی آپ کے سر مبارک پر کوڑا اچھینکا جاتا، کبھی حالت نماز میں اونٹ کی آنتیں آپ کے شانوں پر ڈال دی جاتی تھیں۔ یہ ساری تکلیفیں رسولؐ دین اسلام کے لئے برداشت کرتے رہے۔ لیکن ایک حقیقت یہ بھی ہے کہ جب ہمارے رسولؐ ان تمام رنج ومصائب میں گھر جاتے تو اس کا ذکر اپنی لخت جگر فاطمہ زہراؑ سے کرتے تھے اور آپ کی بیٹی اس وقت بیٹی کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک شفیق ماں کی حیثیت سے رسولؐ کو حوصلہ دیتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ آپ کے کردار کا یہ پہلو ان بیٹیوں کے لئے ایک بہترین نمونۂ عمل ہے جو صرف اپنی

ضرورتوں، خواہشوں اور چھوٹی چھوٹی تکلیفوں کا ذکر اپنے والدین سے تو کرتی ہیں لیکن اپنے والدین کو نظر انداز کرتی ہیں اور ان کی ضرورتوں کا بالکل خیال نہیں رکھتیں، نہ ہی ضعیفی میں ان کی کسی قسم کی دلجوئی کرتی ہیں۔ ہماری شہزادی جناب فاطمہ زہرؑا نے یہ درس اپنے کردار کے ذریعہ دیا کہ بیٹیوں کا بھی فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے ضعیف والدین کو بے سہارا نہ چھوڑیں اور ان کے دکھ درد میں شریک رہیں۔

دوسرا اہم کردار حضرت فاطمہ (س) کا بحیثیت زوجہ کے نظر آتا ہے جب آپ کا عقد حضرت علیؑ کے ساتھ ۲ ہجری کو مدینۂ منورہ میں ہوا۔ آپ رخصت ہو کر حضرت علیؑ کے گھر تشریف لائیں اور دوسرے دن رسول اکرم بیٹی کے گھر تشریف لائے اور حضرت علیؑ سے یہ سوال کیا کہ تم نے اپنی زوجہ یعنی حضرت فاطمہؑ کو بحیثیت شریک حیات کیسا پایا؟ تو حضرت علیؑ نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ میں نے فاطمہ کو عبادت خدا میں بہترین مددگار پایا۔ اس گفتگو سے حضرت علیؑ اور فاطمہ زہرؑا کے رشتہ کی پاکیزگی کا فلسفہ اور زوجہ کی عظمت وجلالت کا راز کھل کر سامنے آتا ہے دوسری بات یہ بھی واضح ہوتی ہے کہ مذہب اسلام میں مال وجمال کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ اصل ایمان ہی تو کردار کی بلندی ہے اور اللہ نے اس بلندی پر حضرت علیؑ وجناب فاطمہ (س) کو رکھ کر یہ سمجھا دیا کہ حضرت علیؑ کے علاوہ کائنات میں کوئی دوسرا صدیقۂ طاہرہ کا کفو نہیں ہو سکتا۔

۳ ہجری میں جنگ اُحد، ۵ ہجری میں جنگ احزاب اور ۷ ہجری میں خیبر کے معرکے بھی جناب فاطمہ (س) کے سامنے پیش آتے رہے اور ہر معرکہ میں حضرت علیؑ جان کی بازی لگاتے رہے لیکن آپ نے کبھی بھی اپنے بابا سے یہ نہیں کہا کہ اگر علیؑ شہید ہوگئے تو میرا کیا ہوگا؟ آپ ہر معرکہ پر مطمئن نظر آئیں اور اسے اپنے فضائل وکمالات میں شمار کیا کہ ربّ العالمین نے مجھے ایسا شوہر عطا کیا کہ جو راہ خدا کا مجاہد اور اسلام کی خاطر جان قربان کر دینے والا ہے۔ ماں ایسی کہ دین اسلام کے لئے سارا مال قربان کردے، باپ ایسا کہ اسلام کے لئے ہر مصیبت برداشت کرلے اور شوہر ایسا کہ اسلام کی بقا اور رسول اکرمؐ کے تحفظ کے لئے ہر معرکہ پر جان کی بازی لگادے۔

بحیثیت زوجہ جناب فاطمہ زہرؑا کی شخصیت کا دوسرا پہلو وہ ہے جس میں آپ حضرت علیؑ کے ساتھ ساتھ نظر آتی ہیں اور اپنی پوری حیات طیبہ میں کبھی بھی کسی چیز کی نہ تو خواہش وفرمائش کرتی نظر آتی ہیں نہ تنگدستی کا شکوہ کرتی ہیں، کئی کئی دن فاقوں میں بسر کرنے والی یہ عظیم بی بی اپنے شوہر کا مسکرا کر استقبال کرتی ہوئی نظر آتی ہیں اور جبین مبارک کو شکر معبود میں جھکاتی ہوئی یہ خاتون نظر آتی ہے۔ آپ کی شخصیت کا یہ پہلو کہ زوجہ کو ہر مشکل گھڑی میں اپنے شوہر کا خوش ہو کر ساتھ دینا چاہئے یہ درس تمام عورتوں کے لئے نمونۂ عمل ہے جو اکثر وبیشتر اپنے شوہروں سے بے جا خواہشات کا مطالبہ کرتی ہیں بغیر اس

کا احساس کئے ہوئے کہ یہ شوہر کی استطاعت کے باہر ہے۔ نتیجہ میں گھر کا ماحول خراب ہوتا ہے اور میاں بیوی کے درمیان تلخیاں بڑھتی ہیں۔ اس لئے تمام شادی شدہ خواتین کو حضرت فاطمہؑ کی شخصیت کے اس پہلو سے سبق لینا چاہئے کہ کس طرح کونین کی شہزادی نے سادگی کے ساتھ اپنی ازدواجی زندگی بسر کی اور ایک مثالی زوجہ بن کر حضرت علیؑ کے ساتھ رہیں۔

اگر جناب فاطمہؑ کو ایک ماں کی حیثیت سے دیکھا جائے تو آپ کا عہدہ اور بھی بلند نظر آتا ہے کیونکہ آپ کے بیٹے جوانان جنت کے سردار ہیں اور امامت کی منزل پر فائز ہیں۔ صدیقۂ طاہرہ نے اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کی پرورش جس انداز سے کی وہ دنیا کی تمام ماؤں کے لئے مثالی حیثیت رکھتی ہے۔ جب کبھی حسنؑ و حسینؑ گھر سے باہر تشریف لے جاتے تو آپ بچوں سے سوال کرتی تھیں کہ وہ کہاں جارہے ہیں اور واپس آنے پر بھی پوچھتی تھیں کہ کہاں سے آرہے ہیں جہاں گئے تھے وہاں کیا دیکھا اور کیا سنا۔ یہ سیرت ان ماؤں کے لئے تربیت کا نمونہ ہے جو اپنے بچوں کو آزاد چھوڑ دیتی ہیں اور ان پر کسی قسم کی روک ٹوک نہیں رکھتی ہیں۔ اگر دنیا کی ہر ماں گھر سے باہر قدم رکھنے سے پہلے اپنے بچوں سے یہ سوال کرے کہ وہ کہاں جارہے ہیں اور کہاں سے واپس آرہے ہیں تو معاشرے کے بہت سارے مسائل گھر کی چوکھٹ پر ہی حل کئے جاسکتے ہیں۔ ہماری شہزادی نے اپنے معصوم بچوں کے ساتھ یہ عمل کرکے یہ بتایا کہ یہ ہر ماں کا فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں کی اچھی و صحیح تربیت کرے اور اسے اچھا انسان بنائے کیونکہ ایک ماں ہی اپنے بچوں کی اچھی تربیت کرسکتی ہے اور آنے والی نسلوں کی اصلاح بھی وہی کرسکتی ہے۔

جناب فاطمہ زہراؑ نے بحیثیت ماں کے نہ صرف اپنے بچوں کی اچھی تربیت کی بلکہ ان بچوں کو صبر و تحمل کی تعلیم بھی عطا کی اور یہ بھی درس دیا کہ اللہ کی راہ میں صداقت و ایمان کی منزلوں کو کس طرح صبر کے ساتھ طے کیا جاتا ہے۔ جہاں آپ کے بچوں کو شجاعت اپنے بابا سے ملی وہیں ماں نے بچوں کو اس بات کی تربیت دی کہ خود فاقہ کرلو لیکن در پر آنے والے سائل کو خالی ہاتھ نہ لوٹاؤ۔ یہاں یہ بات واضح کرتی چلوں کہ جب حسنینؑ کی بیماری پر صحت یابی کے لئے ماں نے منت مانی اور صحت یاب ہونے کے بعد راہ خدا میں شکر کا روزہ رکھا تو ماں کے ساتھ بچے اور خود حضرت علیؑ بھی روزے رکھتے ہوئے نظر آئے۔ سب نے روزہ رکھا افطار کے وقت سائل نے در سیدہ (س) پر آواز دی سب نے اپنے آگے رکھی ہوئی روٹیاں سائل کو عطا کردیں۔ یہ سخاوت کی وہ منزل ہے جہاں اپنے والدین کے ساتھ کم سن بچے بھی نظر آتے ہیں۔ یہ تربیت فاطمہؑ کا اثر تھا جو اس موقع پر نظر آیا۔ سائل کی خالی جھولی بھردی گئی او خود فاقے کرلئے۔ یہ ادا خالق کو اتنی پسند آئی کہ بس کبریائی جھوم اٹھی اور شان سیدہ (س) میں روٹی کے بدلے سورۂ دہر عطا کی گئی۔ یہ عظمت فاطمۂ زہراؑ ہے جس کو خالق نے بیان کیا۔

بی بی سیدہ کی زندگی کو اگر بحیثیت ایک مسلمہ کے دیکھا جائے تو بھی آپ عظمتوں اور فضائلوں کی آخری حد پر نظر آتی ہیں۔ رسول اکرمؐ نے جب آپ کی شادی حضرت علیؑ سے کی اور در پر سائل نے لباس طلب کیا تو شہزادی نے اپنا لباس عروس اس کو عطا کیا اور خود معمولی لباس پہن لیا۔ یہ عمل اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اگر کوئی سوالی بن کر آئے تو اسے مایوس نہ کیا جائے بلکہ راہ مولا میں ایسا کچھ عطا کردیا جائے کہ مانگنے والا خوش ہو کر جائے۔ دوسرا واقعہ آپ کی زندگی کا وہ واقعہ ہے جس سے انسانی مساوات اور عظمت بشر کا احساس ہوتا ہے۔ جب رسول اکرمؐ نے آپ کو فضہ جیسی کنیز عطا کی اور فضہ خانۂ زہرا میں داخل ہوئیں تو اب فضہ کی حیثیت اور مقام ایک کنیز کا نظر نہیں آتا۔ شہزادی نے گھر کے تمام کاموں کو دونوں میں تقسیم کرکے یہ بتایا کہ اگر فضہ ایک دن گھر کا کام کریں گی تو دوسرے دن وہ خود ان امور خانہ داری کو انجام دیں گی۔ آپ نے یہ درس دنیا کو دیا کہ اگر کنیز اور غلام کی مدد لی بھی جائے تو اس انداز میں کہ مساوات قائم رہے کیونکہ وہ بھی اللہ کی مخلوق ہیں۔ عظمت فاطمۂ زہراؑ اور طہارت خانۂ زہراؑ کی بلندی کو سمجھنے کے لئے فضہ کے یہ جملے ہی کافی ہیں کہ جب فضہ اہلبیت کی خدمت میں تھیں تو کسی ضروری کام سے بیت زہرا سے نکل کر بازار کی طرف جارہی تھیں راستہ میں کسی نے فضہ سے کہا کہ اے فضہ تم تو اہلبیتؑ کی خدمت جنت کی لالچ میں کرتی ہو تاکہ جب تمہارا انتقال ہو تو جنت مل جائے۔ فاطمہ زہراؑ کی کنیز فضہ نے برجستہ جواب دیا کہ جنت کی تمنا وہ کرے جو جنت میں نہ رہتا ہو جو جنت کا دیدار روز کرے روز جنت میں زندگی بسر کررہا ہو اسے جنت کی کیا تمنا یا لالچ۔ فضہ کا یہ جواب جہاں ایک طرف خانۂ بتول کی عظمتوں کو بتاتا ہے وہیں دوسری طرف اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ گھر کی مالکہ عورت ہوتی ہے اگر اس کا کردار و عمل مثالی ہوگا تو اس کا گھر بھی جنت سے کم نہیں شرط یہ ہے کہ اس گھر میں ایمان ہو، صداقت ہو، مساوات ہو اور اللہ کی ذات پر بھروسہ اور توکل ہو۔ عورت اپنے عمل سے گھر کو اور گھر میں رہنے والے افراد کے کردار کو سنوار سکتی ہے، اسی لئے یہ کہا جاتا ہے کہ اگر ایک عورت بہترین کردار کی مالکہ ہوگی تو وہ اپنے گھر کو سنوارے گی اگر گھر سنور جائے گا تو خاندان بہتر ہوگا اگر خاندان بہتر ہوگا تو معاشرہ بہتر ہوگا، اور اگر معاشرہ بہتر ہوگا تو ملک بہتر ہوگا۔ یعنی عورت ملک کی قسمت سنوارنے کا کام اپنے گھر میں رہ کر بھی کرسکتی ہے۔ جناب فاطمہ زہراؑ کی شخصیت کا یہ پہلو بھی ہمارے لئے نمونۂ عمل ہے کہ خواتین کس طرح اپنے خاندان، معاشرے اور ملک وملت کے لئے بہترین نسلیں تیار کرسکتی ہیں۔

جناب فاطمہ زہراؑ ہر دور اور ہر قوم وملت کی عورتوں کے لئے ایک بہترین نمونۂ عمل ہیں جن کے لئے آخر میں یہی کہنا چاہوں گی کہ آپ کائنات کی واحد خاتون ہیں جن کے بابا رسولؐ اور شوہر امام ہیں۔ آپ پیغمبر آخر الزمان کی اکلوتی بیٹی ہیں جنہیں امّ ابیہا کہلانے کا بھی شرف حاصل ہوا اور جنہیں بضعضۃ

رسولؑ بھی قرار دیا گیا۔ آپ ہی وہ محترم بیٹی ہیں جن سے رسول اکرم نے ہر سفر کے موقع پر سب سے آخر میں الوداع کیا ہے اور واپس آنے پر سب سے پہلے ملاقات کی ہے۔ آپ دنیا کی وہ عظیم بیٹی ہیں جن کا استقبال خود رسول کھڑے ہو کر کرتے تھے اور اپنی مسند پر اپنے پہلو میں بٹھاتے تھے۔ آپ کائنات کی تنہا خاتون ہیں جنہیں دو اماموں کی ماں بننے کا شرف حاصل ہوا اور جن کی نسل میں امامت قائم رہ گئی۔ آپ وہ ممدوحہ ہیں جن کی مدح قرآن میں اللہ نے خود سورۂ کوثر آیۂ تطہیر، آیت مباہلہ اور سورۂ دہر میں کی۔ آپ وہ تنہا گواہ ہیں کہ جنہوں نے مباہلہ میں رسالت کی گواہی دی اور مسئلہ فدک کے موقع پر امامت کی گواہی دی ہے۔ آپ وہ معصومہ ہیں جن کی ذاتی عصمت کے علاوہ ان کے رشتے بھی معصوم تھے اور آپ ہی کو سب کے تعارف کا ذریعہ بنایا گیا آپ وہ عبادت گزار ہیں کہ جس کی نماز کے وقت زمین سے آسمان تک نور کا سلسلہ قائم ہو جاتا تھا۔ آپ وہ صاحب سخاوت ہیں کہ فاقوں میں بھی سائل کو محروم نہ کیا اور اپنی قناعت سے اپنے شوہر کی سخاوت کا بھرم برقرار رکھا۔

جس مذہب اسلام میں ایسی باوقار اور مکمل خاتون موجود ہو تو کیا اس کی حیات ہم خواتین کے لئے ایک بہترین نمونۂ عمل نہیں بن سکتی! یقینی طور پر جناب فاطمہ زہراؑ ہم سب کے لئے بہترین نمونۂ عمل ہیں آپ کی زندگی کا ہر دور اور ہر عمل چاہے وہ بیٹی کی زندگی ہو، زوجہ کی زندگی ہو، ماں کی زندگی ہو یا پھر ایک سچی مسلمان کی زندگی ہو، آپ ہر موڑ پر کامیاب نظر آتی ہیں اور آپ کی حیات طیبہ تمام خواتین کے لئے ایک بہترین نمونۂ عمل ہے۔

منابع وماخذ:

۱۔ ڈاکٹر عصمت جمیل، اردو افسانے میں عورت کا تصور، غیر مطبوعہ مقالہ برائے پی۔ایچ۔ڈی، شعبۂ اردو، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان، پاکستان، ۱۹۹۸

۲۔ ڈاکٹر مبارک علی۔ تاریخ اور عورت، فکشن ہاؤس، لاہور، پاکستان، جلد ۲ صفحہ ۳،۷، ۱۹۹۶

۳۔ بال مکند حشر۔ " بودھ اور عورت " رسالہ، آج کل، بودھ نمبر، پبلی کیشنز ڈویژن، دہلی، نومبر۔۱۹۵۶

۴۔ Encyclopedia Americana, vol.29p.111a

۵۔ ڈاکٹر عقیلہ جاوید، اردو ناول میں تانیثیت، شعبۂ اردو، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان، پاکستان ۲۰۰۵

۶۔ علامہ صائم چشتی، البتول، نظامی پریس بکڈپو، لکھنؤ، انڈیا، ۲۰۰۵

۷۔ مولانا رئیس احمد جارچوی، اسلام میں عورت کی حیثیت، دہلی، ۲۰۰۶

۸۔ علامہ ذیشان حیدر جوادی، نقوش عصمت، تنظیم المکاتب، لکھنؤ۔انڈیا۔ ۲۰۰۱

۹۔ استاد شہید مرتضٰی مطہری، اسلام میں خواتین کے حقوق، دار الثقافۃ الاسلامیہ، پاکستان، ۱۹۹۳

۱۰۔ Odeh A. Muhawesh (compiled). Fatima: the gracious, Ansarian Publications, Qum Islamic Republic of Iran, 1990.